بسم اللہ الرحمن الرحیم

سانحہ صفورا !

اندھے مقلدین کا جرم یا اہلِ بصیرت کا اعزاز

کراچی میں سفورا گوٹھ میں اسماعیلیوں کی بس پر ہونے والے حملوں کے سلسلے میں، حالیہ گرفتاریوں نے تمام "دفاعی تجزیہ نگاروں" اور "ماہرین" کو حیران وپریشان کردیا یہاں تک کے انکی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ اس لئے کیونکہ انھوں نے آج تک لوگوں کے ذہنوں میں دہشتگردوں کی شخصیتوں کے حوالے سے جو خاکہ بٹھایا تھا وہ ان میں سے کسی بھی گرفتار شدہ ملزم پر فٹ نہیں ہو رہا تھا۔ مدارس کے مخالفین ابھی بھی مدارس کے خلاف آواز اٹھا رہے تھے باوجود اس کے کہ ان ملزمان میں سے کوئی بھی مدرسے کا طالب علم نہیں تھا۔ نا تو یہ وہ لوگ تھے جو غربت سے تنگ تھے، نا ہی معاشرے کے دھتکارے ہوئے اور نا ہی ان میں سے کوئی کسی نفسیاتی مرض میں مبتلا تھا- اسکے بالکل برعکس یہ تمام ہی اچھی یونیورسٹیوں سے اعلی تعلیم یافتہ افراد تھے اور تمام کا تعلق اچھے کھاتے پیتے خاندانوں سے تھا۔ یہ اگر چاہتے تو دنیا ان کی پہنچ میں تھی مگر اس سب کو انھوں نے ایک بن دیکھی آخرت پر قربان کردیا۔

قطع نظر اس سے کہ کیا واقعی سعد عزیز، اظہر عشرت اور حافظ ناصر ان تمام کاروائیوں میں ملوث تھے کہ جن کا ان پر الزام لگایا گیا ہے یا نہیں، لیکن ایک بات تو طے ہے کہ یہ ان شہزادوں کا قافلہ ہے جن کی شروعات مصعب بن عمیر (رض) سے ہوتی ہے اور جس میں شیخ اسامہ بن لادن ڈکٹر ارشد وحید فیصل شہزاد عافیہ صدیقی اور ان جیسے ہزاروں اور ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ دنیا والے اور خصوصاً مسلمان ان مہرکات کو اچھے طریقے سے سمجھ لیں جو ان نوجوانوں کو اس سعادت وشہادت کہ سفر کی طرف گامزن کرتے ہیں۔ آج ہم آپکی ملاقات ایک حقیقی ماہر سے کروا رہے ہیں۔ ایک ایسا مجاہد جو خود مصعب بن عمیر (رض) کے قافلے کا راہی ہے۔

یہ آپکے سامنے اس سوال کا حقیقی جواب پیش کرینگے کہ آخروہ کون سے محرکات ہیں جو ایسے ذہین اور اعلی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو ایسی کاروائیاں کرنے پر ابھارتے ہیں اور وہ کون سے نظریات ہیں کہ جن کو ایسے نوجوان اپنے سینوں میں بساتے ہیں- یہ آپکے سامنے یہ تجزیہ بھی پیش کرینگے کہ آیا یہ محرکات و نظریات کسی کمزور ذہن کی فرسودا اختراء ہیں یا انکی مضبوط اور منطقی بنیادیں ہیں۔ لہٰذا ہم آپکے سامنے پیش کرتے ہیں کراچی سے ایک مجاہد بھائی کو۔

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ محترم بھائی!

وعلیکم اسلام ورحمت اللہ وبراکتہ

س 1: میرے بھائی سب سے پہلے تو آپ ہمیں یہ بتائیں کہ آخروہ کون سی وجوہات ہیں جو ان جیسے پڑھے لکھے اور ذہین لوگوں کو ایسی خون ریزی کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔

ج 1: تمام تعریفیں اللہ سبحنہ تعالی قوی ومتین کے لیے، جو دانا ہے، تمام جہانوں کا اکیلا بادشاہ ہے اور درود وسلام ہو امام المجاہدین اور خاتم النبیین محمد ﷺ پر، ان کے اصحاب پر، ان کے اہل بیت پر، اور ان کے تبعین پر۔

اس موقع پر ہم کراچی میں اسماعیلوں کی بس پر ہونے والے مبارک حملے پر تمام امت مسلمہ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں- ہمارے جو بھائی اس کاروائی میں شامل تھے، ہمیں اپنے ان ہیروز پر فخر ہے اور ہم پاکستان کے روافض اور سیکولر لبرل طبقے کو ان جیسے مزید حملوں کی بشارت دیتے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ ان سب کو تباہ برباد کردیں آمین۔

میرے بھائی آپ نے مجھ سے ایک ایسا سوال پوچھا ہے کہ جس کا جواب ماضی کے دریچوں میں گم ہو چکا ہے۔ ہم آج جس عالمی تہذیب کا حصہ ہیں وہ اپنی مادی ترقی کی بنیاد پر یہ سمجھتی ہے کہ شاید تاریخ میں گزری پچھلی تہذیبوں اور ان کے انجام میں اس کے لیے کوئی سبق نہیں- اور شاید اسکی یہ ترقی اللہ سبحانہ وتعالی کی سنت کے سامنے اس کہ کچھ کام آئیگی۔

کاش کہ اس تہذیب کے ساہو کار یہ سمجھ سکتے کہ یہ وہی تکبر اور عناد ہے کہ جس نے عاد اور ثمود کو اور فرعون کے لشکروں کو اور ان سے پچھلی قوموں کو تباہ وبرباد کیا تھا۔

آپکے سوال کا جواب دینے کہ لیے یہ ضروری ہے کہ ہم پہلے یہ بات سمجھیں کہ ہم اس وقت ایک نظریاتی جنگ کے درمیان میں موجود ہیں ایک ایسی جنگ جو تہذیبوں کی جنگ ہے-

س2:لفظ تہذیب سے آپکی کیا مراد ہے؟

ج2: آپ پوری تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں، یہ دنیا ہمیشہ ہی مختلف تہذیبوں کے لئے میدان جنگ رہی ہے۔ ہمیشہ ہی ایسا ہوتا رہا ہے کہ انسانوں کا ایک قلیل گروہ ایسے نظریات وعقائد کو اپنی زندگی کا مہور بناتا ہے کہ جنکی بنیاد پر پورے معاشرے کا اجتماعی وسیاسی وثقافتی واقتصادی ڈھانچا وجود میں آتا ہے۔جب کافی جدوجہد کے بعد یہ قلیل گروہ اپنے نظریات وعقائد کو معاشرے میں نافذ کرنے کے قابل ہوتا ہے تو نتیجے میں ایک نظام وجود میں آتا ہے کہ جس کی عوام الناس اطاعت کرتے ہیں۔ عموما اس نظام کی اطاعت کرنے والے عام لوگ نظریاتی نہیں ہوتے، مگر کچھ عرصہ گزرنے پر یہ اس نظام میں ایسا گھل مل جاتے ہیں کہ نتیجے میں ایک تہذیب کی ابتداء ہوتی ہے۔اور کسی بھی تہذیب کی بقاء کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ اس کو اپنانے والے عام افراد اس قلیل گروہ کے حقیقی نظریات وعقائد کو کس حد تک اپناتے ہیں۔اور اسی لئے اس قلیل گروہ کے نظریات وعقائد ہی اس تہذیب کی بنیاد ہوتے ہیں۔

اس سلسلے میں دو باتوں کو ذہن نشین کرلینا چاہیے

1 چونکہ کسی بھی تہذیب کی بنیاد اس کے ابتدائی نظریات وعقائد ہوتے ہیں لہذا ان کے حوالے سے ہر تہذیب انتہائی حساس ہوتی ہے۔اسلئے کیونکہ اگر آپ ان نظریات وعقائد کو خراب کردیں تو یہ تہذیب اپنی موت آپ مر جائیگی-لہذا اپنے بنیادی نظریات و عقائد پر ہونے والے حملوں کو کوئی بھی تہذیب برداشت نہیں کرتی اور ایسے کسی بھی حملے کا فوری اور بھرپور جواب دیتی ہے۔

2۔ اور یہ جو میں نے پہلا نقطہ بیان کیا ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی تہذیب کسی دوسری تہذیب یا نظام کو برداشت نہیں کرتی اور ایک قدرتی ردعمل کے طور پر ہر بل مقابل دوسری تہذیب کو ختم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ لہذا اگر کسی بھی تہذیب یا نظام کے پیروکار یہ دعوی کریں کہ وہ تمام دوسرے نظریات وعقائد کو خوشی سے برداشت کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ یا تو وہ دعوي کرنے والے احمق ہیں اور خود ہی اپنی تہذیب کو برباد کرنے کا سبب بنیں گے یا یہ آپکو دھوکا دینے کے لیے ایک سفید جھوٹ ہے جس کا مقصد آپکی بنیادوں کو ختم کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

س3: ٹھیک ہے، ہم نے یہ بات سمجھ لی کہ تمام تہذیبوں اور نظاموں کی کچھ بنیادیں ہوتی ہیں جن پر وہ کھڑے ہوتے ہیں، اسکے بعد کیا؟

ج3: اس کے بعد یہ کہ ہم ان تہذیبوں اور نظاموں کو دو بنیادی انواع میں تقسیم کرینگے:

1۔ ایک ایسا نظام اور تہذیب جسکی بنیاد الہامی احکامات ہوں، 2۔ ایک ایسا نظام جس کی بنیاد انسانی عقل ہو۔

س4: یہ جو دو انواع اپنے ذکر کی ہیں کیا ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر سائنسی یا منطقی طور پر برتری حاصل ہے؟

ج4: حقیقت یہ ہے کہ اس حوالے سے کم از کم بھی جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ کہ چاہے آپ خدا پر اور مذہب پر یقین رکھیں یا آپ ڈارون کی بے تکے حادثاتی تخلیقی نظریے پر ایمان رکھیں، بلاآخر یہ ایمان ویقین کا مسئلہ ہے۔ آج تک کوئی بھی خدا کی موجودگی یا عدم موجودگی کو سائنس کے ذریعے ثابت نہیں کر سکا۔ البتہ خدا کی موجودگی اور اسکا تمام کائنات کے پیچھے کارفرما ہونے پر یقین سب سے زیادہ منطقی اور عقلی ہے۔

س5: کافی حیران کن بات ہے یہ۔ یعنی آپ اس بحث میں نہیں جائینگے کہ آیا خدا موجود ہے کہ نہیں حتی کہ یہ بھی کہ کون سا مذہب بہتر ہے۔ تو پھر سوال یہ اٹھتا ہے کہ آخر آپ کس چیز پر تبصرہ کرینگے۔

ج5: جی بالکل، میں اس بات پر بحث نہیں کرنا چاہتا کہ مذہب ہی دراصل ابدی حقیقت ہے۔ بلکہ میرا مقصد اسطرف توجہ دلانا ہے کہ آپ جن نظریات کے بھی دعویدار ہیں انکو سمجھیں اور اعلانیہ اپنائیں۔ اور اگر کسی بھی وجہ سے آپ اس رستے پے مزید چلنا نہیں چاہتے تو اپنا دعوی بھی تبدیل کریں اور اپنے فیصلے پر اعلانیہ کھڑے ہوں۔ نا کہ یہ کہ اپنے نظریات سے عملی انحراف کے لئے آپ باطل تاویلات گھڑیں اور تاریخی حقائق کو مسخ کر کے پیش کرنا شروع کر دیں۔

لہٰذا اگر آپ خدا کو ماننے کا دعوی کرتے ہیں تو اپنے دعوے کے اندر پورا پورا داخل ہوں یا پھر اس سے مکمل دست بردار ہو جائیں۔

س6: صحیح، خدا کو ماننے سے آکر آپکی کیا مراد ہے؟

ج6: نظریۂ خدا بنیادی طور پر دو جہتوں پر مشتمل ہے اور اس کو بہتر انداز میں سمجھانے کے لئے میں 2 عربی اصطلاحات کا استعمال کرونگا۔ 1۔ رب، 2۔ الہٰ

1۔ رب: رب وہ ذات ہوتی ہے جو کل طاقت کا سرچشمہ ہو جسکا علم ہر شے کا احاطہ کرتا ہو – وہ جو تمام انسانوں اور کائناتوں کا خالق ہو، جو تمام مخلوق کا رازق ہو اور ایک ایسی ذات جو روزِ آخرت مخلوق کے درمیان فیصلہ کرنے والی ہو۔ مختصراً یہ کہ وہ تمام افعال جو خدا ہمارے لئے کرتا ہے وہ اسکو ہمارا رب بناتے ہیں۔

2۔ الہٰ: کسی ذات کا الہٰ ہونا اس کے رب ہونے کا منطقی نتیجہ ہے۔ یعنی اگر کوئی ہمارا خالق ہے، ہمیں پالنے والا ہے، اور ہمیں سزا اور جزا دینے والا ہے تو قدرتی طور پر اسکی اطاعت بھی ہم پر لازم ہے۔ یہ اس خدا کی تمام نعمتوں کا اظہار شکر ہے کہ ہماری کل اور غیر مشروط اطاعت صرف اور صرف اسی کا حق ہو۔ اور ہم حق و باطل، صحیح و غلط، اچھے اور برے اور نفع اور نقصان کی پہچان کے معاملے میں صرف اسی کے فیصلے پر بھروسہ کریں۔

س7: یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا پر ایمان درحقیقت ایک دوطرفہ معاہدہ ہے۔

ج7: یقیناہر معاہدہ ایساہی ہوتاہے۔ لہٰذا خدا پر ایمان رکھنے والے ہر شخص کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ بات اس کے ایمان کا حصہ ہے کہ وہ کسی کو یہ اختیار نہ دے کہ وہ اس کو بتائے کہ کیا چیز معاشرے کے لئے فائدہ مند ہے اور اسکو کرنے کی اجازت ہے یا کیا چیز معاشرے کے لیے نقصان دہ ہے اور اس لئے اس کی اجازت نہیں- ہرگز نہیں بلکہ، جیسا کہ ہم نے سمجھا کہ اگر آپ خدا پر ایمان رکھتے ہیں تو یہ صرف اور صرف اسی کا اختیار ہے کہ یہ وہ کسی چیز کو کرنے یا نا کرنے کی اجازت دے۔

س8: ٹھیک ہے، ہم نے یہ بات سمجھ لی کہ خدا پہ ایمان سے کیا مراد ہے اور یہ کہ سارے احکامات اسی کی طرف سے ہونگے اور اسی کو مذہب کہتے ہیں۔ تو کیا آپ ہمیں بتانا پسند کرینگے کہ مذہب در حقیقت ہوتا کیا ہے؟

ج8: سب سے پہلی چیز جو سمجھنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ کوئی بھی مذہب دنیا کے کسی بھی دوسرے نظام کی طرح ہوتا ہے اور ان کے محرکات بھی ملتے جلتے ہیں-یعنی یہ ناگزیر ہے کہ اس کی کچھ نظریاتی بنیادیں ہوں اور ان بنیادوں کی اپنی جان سے بڑھ کر حفاظت کی جائے، کیونکہ انہی بنیادوں پر دراصل اس مذہب کے احکامات منحصر ہوتے ہیں۔

س9: ذرا ٹھہریئے! آپکے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی بھی مذہب کی بنیادیں اور اس کے احکامات دو فرق چیزیں ہیں۔

ج9: جی ہاں بالکل ایسا ہی ہے۔ احکامات دراصل ان بنیادوں سے نکلتے ہیں۔ اور یہ بنیادیں وہ حقیقی میزان ہوتی ہیں کہ جن پر کسی بھی دور میں مذہب کے کسی بھی حکم کو پرکھا جا سکتا ہے۔ اسلئے کیونکہ جیسا کہ ہم نے پہلے کہا کہ مذہب خدا کی طرف سے انسانوں کے لئے ہدایت نامہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمارے پاس کوئی میزان بھی ہونا چاہئے تاکہ اس کا فیصلہ کیا جا سکے کہ کون سی بات خدا کی طرف سے ہے اور کون سی نہیں۔ اس سلسلے میں کسی بھی مذہب کی پہلی بنیاد وہ وحی یا الہامی کتاب ہے جو خدا نے نازل کی۔ مثلاً تورات، انجیل قرآن یا دیگر صحیفے۔

یہ وحی یا الہامی کتاب ہر شخص کو نہیں دی جاتی اسلئے کیونکہ پھر ہر شخص اس کی من مانی تشریح کرے گا، بلکہ یہ صرف ایک خاص

شخص کو دی جاتی ہے جسکو نبی یا رسول کہا جاتا ہے - اور اسی کو اسکی حقیقی تشریح اور مطلب بتادیا جاتا ہے۔ لہٰذا نبی یا رسول کسی بھی مذہب کی دوسری بنیاد ہوتا ہے۔ اب یہ اسی کہ اقوال و افعال ہوتے ہیں جس کی بنیاد پر اس الہامی کتاب کی تشریح کی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس نبی یا رسول کو کچھ اصحاب کی ضرورت ہوتی ہے جو اسکے ساتھ مل کر اس وقت کے نظام کو تبدیل کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اس نبی کا پیغام دنیا تک پہنچانے کا ذریعہ بھی بن جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ اصحاب کا گروہ مذہب کی تیسری اور آخری بنیاد ہوتے ہیں۔

پس کسی بھی مذہب سے منسوب کوئی بھی حکم، یا کسی بھی فرقے، یا عمل کی حقیقت کو ان ہی تین چھنیوں سے گزار کر اس مذہب کا حصہ مانا جائے گا۔ اور اگر ان تین بنیادوں میں سے کسی بھی ایک کو مجروح کر دیا جائے یا وقت گزرنے کے ساتھ ان میں شکوک وشبہات پیدا کر دیے جائیں تو اس مذہب کی روح ختم ہو جائیگی اور وہ معاشرے میں ایک نظام کی حیثیت سے زندہ رہنے کے قابل نہیں رہے گا۔ اسکے بعد صرف کچھ بے معنی رسومات رہ جائینگی جن کا وحی سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔

پس تو ثابت ہوا کہ مذہب کی بنیادوں پر کسی بھی حملے کا بھرپور انداز میں مقابلہ کیا جائیگا کیونکہ یہ اس کے پیروکاروں کی شناخت اور اس کی اپنی بقاء کا مسئلہ ہے۔

س10: تھوڑی روشنی اس نظریے پر بھی ڈالئے کہ مذہب کو موجودہ دور کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر چلنا چاہیئے اور یہ بھی کہ اس میں علماء کا کیا کردار ہے؟

ج10: بیشتر مذاہب کسی مخصوص قوم کے لئے اور مخصوص وقت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ لہٰذا یہ بات منطقی ہے کہ وقت کے ساتھ ان میں تغیر ناگزیر تھا- مگر اگر ہمیں یہ پتہ ہے کہ مذہب کیا ہے اور کس نے بھیجا ہے تو یہ بات سمجھنا بہت آسان ہو جاتی ہے کہ وقت کے تقاضوں سے اسے ہم آہنگ کرنا اور اس میں ترمیم کرنا اسی کا حق ہے جس نے اس مذہب کو نازل کیا ہے۔ اور اس ترمیم کا طریقہ بھی وہی پہلے والا ہو گا، یعنی ایک نئی کتاب ایک نیا نبی اور کچھ نئے اصحاب کے لئے ایک نئی جد جہد۔

آپکے سوال کا دوسرا حصہ علماء کے حوالے سے ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ تمام مذاہب کی تین بنیادیں ہوتی ہیں اور اگر مذہب میں کوئی بھی تغیر پیش کرے تو اسکو پہلے انھیں تین بنیادوں سے گزارنا ہو گا یہاں تک کے علماء کے اقوال کو بھی۔یعنی وحی کا وہ مفہوم جو رسول نے سمجھایا اور جیسے اس کے اصحاب نے آگے پہنچایا۔

س 11:تو پھر آخری نبی یا رسول کو پہچانا کیسے جائے گا۔ وگرنہ تو کوئی بھی کھڑا ہو کر نبوت کا دعوی کر دے؟

ج 11: آپنے سچ کہا ماضی میں بھی ایسے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا-تمام مذاہب میں آئندہ آنے والے نبیوں کی بشارتیں ہوتی تھیں، جس کے ساتھ ساتھ ان انبیاء کو پہچانے کے لئے نشانیاں بھی بتائی جاتی تھیں۔ چنانچہ جب بھی ان انبیاء کا ظہور ہوتا تو وہ اپنی مخصوص نشانیوں کی بنا پر بآسانی پہچان لئے جاتے۔

ادھر میں آپکے سامنے یہ بات بھی رکھنا چاہونگا کہ اسلام اس اعتبار سے تمام مذاہب میں منفرد ہے-دیگر تمام مذاہب کی بنیادوں میں یہ بات شامل تھی کہ آئندہ ایک نبی آئیگا اور یہ اس کی نشانیاں ہونگی-جیسا کہ موسیؑ نے عیسیؑ کی آمد کی بشارت دی تھی اور عیسیؑ نے احمد ﷺ کی۔البتہ اسلام کی بنیادوں میں یہ بات شامل ہے کہ محمد ﷺ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئیگا اور آپ ختم النبیین ہیں اس لئے کیونکہ مذہب کو اب مکمل کر دیا گیا ہے اور روزے آخرت تک اس میں اب کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

س 12: آپ نے مذہب کی 3 بنیادوں ک ذکر کیا اور اس ضمن میں علماء کا کردار بھی اور یہ بھی کہ اسلام کی جب بات ہو گی تو اب اس میں مزید کسی تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں-کیا یہ ساری باتیں مذاہب کو اور خصوصا اسلام کو بہت تنگ نظر اور سخت گیر نہیں بنا دیتیں۔آخر قیاس اور اجتہاد کس دن کام آئینگے۔

ج 12:سب سے پہلی بات تو یہ کہ ،جو کوئی بھی یہ سمجھتا ہے کہ یہ تنگ نظری اور سخت گیری ہے تو وہ بڑی خوشی سے مذہب سے دستبردار ہو جائے-مذہب کہتے ہی ایسے نظام کو ہیں جو خدا نے وضع کیا ہو۔اور اگر آپ کو یہ پتہ ہو کہ خدا کہتے کسے ہیں تو پھر اگر ایسی ذات اپنے بندوں کو کسی خاص انداز میں چلانا چاہتی ہے اور کسی مخصوص زاویہ سے ان کو محدود کرنا چاہتی ہے تو ٹھیک ہے،

،یہ اس کا حق ہے۔ جو لوگ اس مذہب پے ایمان رکھتے ہیں ان کو چاہیے کو وہ محدود ہو جاہیں پھر۔ ہمیں یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ مذہب کا مقصد اپنے پیروکاروں کو وہ ہدایت دینا ہوتا ہے کہ جس سے وہ دنیا کو چلائیں نہ کہ اس کے برعکس۔

جہاں تک سوال ہے اجتہاد و قیاس کا تو ان دونوں کا مقصد درحقیقت اسلام کے احکامات کو موجودہ دور پر منطبق کرنا ہے۔ مثلا اسلام میں شراب پینا حرام ہے۔ اور اس کی علت یا وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ نشہ آور ہے۔ اب چودہ سو سال بعد ہمارے سامنے ایک اور شے آتی ہے جس کو ہم ہیروئن کہتے ہیں۔ ایک مجتہد یہ دیکھتا ہے کہ یہ نئی شے بھی نشہ آور ہے تو پس اس نے قیاس کا استعمال کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیا کہ چونکہ شراب بھی اپنے نشہ آور ہونے کی وجہ سے حرام ہے لہٰذا ہیروئن بھی حرام ہوئی۔ اور اسی فتوے کو اجتہاد کہا جاتا ہے اور اجتہاد کے اس طریقے کو قیاس۔

اس کے بالکل برعکس لوگ آج اجتہاد کی اصطلاح کو اسلئے استعمال کرتے ہیں تا کہ دین کے احکامات کو ہی یکسر تبدیل کر دیں۔ مثلا اگر شریعت میں چودہ سو سال پہلے کسی یہودی و نصاریٰ کو دوست بنانا ناجائز تھا تو آج ہم اجتہاد کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے یہ دعوی نہیں کر سکتے کہ چونکہ وقت اور زمانہ تبدیل ہو گیا ہے اور یہود و نصاریٰ سے دوستی میں بظاہر فائدہ نظر آتا ہے لہٰذا ان سے دوستیاں کی جا سکتی ہیں۔ اس کے بالکل برعکس، اگر اس حکم پر اجتہاد کا سہی استعمال کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ چونکہ یہود و نصاریٰ سے دوستی کے ناجائز ہونے کی وجہ انکی اللہ کی نافرمانی اور اس کے دین سے دشمنی تھا اس لئے یہی حکم آج تمام دیگر ملحدین پر بھی لاگو ہو گا بسب انکے اللہ کی نافرمانی اور اس کے دین سے دشمنی کہ۔

س13: اللہ آپ کو جزاء خیر دیں آپکو شاید احساس بھی نہیں کہ آپ نے مسلمانوں کے روشن خیال اور لبرل طبقے کی اسلام سے وابستگی کی آخری امید پر بھی پانی پھیر دیا ہے۔ ان بیچاروں کے لئے کیا اب اس مذہب کا متابادل بھی کچھ ہے یا نہیں؟

ج13: مذہب کا متابادل تو پھر انسانوں کے وضع کردہ نظام ہیں۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں اس پہ تبصرہ کروں، میں چاہتا ہوں کہ ہم انسانوں کے قوانین وضع کرنے کے اختیار کے فلسفے کو ذرا سمجھ لیں۔

س14:جی ضرور، آخر یہ فلسفہ کیا ہے؟

ج14:بنیادی طور پر اسکی دو نظریاتی بنیادیں ہیں۔ ایتھیزم اور ایگنوسٹسزم۔ ایتھیزم کے نظریے کے مطابق، خدا کا کوئی وجود نہیں۔ اگنوسٹسزم کا نظریا یہ کہتاہے کہ خدا کے موجود ہونے یانہ ہونے پر بحث کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس کے ہونے یا نا ہونے سے ہماری زندگی پر کوئی اثر پڑتاہے، یعنی اس کا وجود غیر اہم ہے۔ اس سے قطع نظر کہ ان دونوں نظریات کا آپس میں کیا اختلاف ہے، بہر صورت ان کا نتیجہ ایک ہی ہے، اور وہ یہ کہ چونکہ انسانوں کے لئے قوانین و نظام وضع کرنے میں خدا کا کوئی کردار نہیں تو اس لئے ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم اپنا نظام و قوانین خود وضع کریں جس کی بنیاد ہمارا مادی علم و ترقی ہو گا۔

س15:کیا ایک خدا پر یقین رکھنے والے کے لئے کوئی طریقہ نہیں کہ وہ خدا پر ایمان بھی رکھے اور انسانی وضع کردہ نظام پر بھی چلے؟

ج15:خدا پر ایمان رکھنے والے کے لئے انسانی قوانین کو ماننے کی صرف ایک ہی صورت ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ اس کے دین کی بنیادیں یہ بات واضح کرتی ہوں کہ خدا انسانوں کو یہ اختیار دیتاہے کہ وہ اپنا قانون و نظام خود وضع کریں۔

س16:موجودہ دور میں انسانوں کے وضع کردہ نظام کی کیا بنیادیں ہیں؟

ج16:موجودہ نظام در حقیقت کلیساء کے مظالم کا ایک غیر منطقی اور جزباتی ردعمل کا نتیجہ ہے۔ میں اس کو غیر منطقی اس لئے کہہ رہا ہوں کیونکہ یہ جزباتی ردعمل کلیساء کے خلاف تھا نہ کہ اس وقت کی عیسایت کے، لیکن اس کے نتیجے میں مذہب سے کلیتاً لوگ بیزار ہوگئے اور انھوں نے خدا اور مذہب کی حدود و قیود سے مکمل آزادی حاصل کرنے کے لئے دوسرے نظریات و عقائد ڈھونڈنا شروع کردئے۔

س17: آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت لوگوں کا مقصد حق کی تلاش کے بجائے اس وقت کے نظام کا انکار تھا؟

ج17:جی ہاں، چونکہ لوگوں کا مقصد خدا اور مذہب سے بیزاری تھا تو اس کے لئے کافی لوگوں نے نئے فلسفے گڑھے۔

ان میں سے جو سب سے زیادہ مقبول ہوئے اور جو موجودہ نظام کے اندر اساسی حیثیت کے حامل ہیں وہ دو ہیں۔ پہلا ایمانئل کانٹ کا نظریاءِ انلائیٹنمنٹ اور دوسرا ڈارون کا نظریاءِ ارتقاء۔

مختصرا یہ کے کانٹ کے تخیلاتی فضلات نے یہ نظریاء عام کیا کہ انسان خود مختار ہے اور اپنے اچھے برے کے تعین کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے، اور یہ کہ خدا کا کردار ان معاملات میں غیر اہم ہے۔ یہ یورپ کے ملحدین کے لئے وہ بنیادی معیار تھا جس کی بنیاد پر ان کی نئی تہذیب پروان چڑھی۔

س18: اس تخیلاتی فضلے کو لوگوں نے بلا دلیل یوں یہ مان لیا۔

ج18: جی ہاں یہ ایسے ہی ہے۔ بہر حال یہ انکا الوہیت سے انکار تھا یعنی خدا کا ہم پر کوئی حق نہیں ہے، چونکہ اس نے ہمیں خود مختار بنا کر غلطی کر دی ہے۔

س19: اور ڈارون کا نظریاءِ ارتقاء کیا ہے؟

ج19: بنیادی طور پر اس کے نظریئے نے اس حقیقت کا متابدل پیش کیا کہ ہر چیز مخلوق ہے اور اس کو کسی خالق نے پیدا کیا ہے۔

س20: یعنی در حقیقت یہ ربوبیت کا انکار ہے۔ اور اسطرح ان دونوں نظریات نے خدا کے مکمل نظریے سے ہی انکار کر دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا آج تک ڈارون کے نظریئے کو کوئی ثابت بھی کر سکا ہے یا نہیں۔

ج20: ڈارون کے نظریئے کو حقیقتا ثابت کرنے کے لئے آپکو ماضی میں 50 کروڑ سال پہلے جانا پڑے گا اور اسی کی تھیوری کے مطابق ان واقعات میں سے کچھ کا تقریبا 5 کروڑ سال تک بغور جائزہ لینا پڑے گا۔ اب آپ خود بتائیں کہ کیا اس کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔

س21: تو پھر آخر کوئی ان نظریات پر کیوں سوال نہیں اٹھاتا؟

ج21: ایسے سوالات بہت دفع اٹھائے گئے ہیں، لیکن انکا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں بلکہ ان سوالات کو اسی طرح لوگوں سے چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے جس طرح دولۃ خلافۃ الاسلامیہ کے ٹویٹر اور فیس بک اکائنٹس کو۔

س22: معافی چاہتا ہوں مگر میں بار بار یہ سوال پوچھنے پر مجبور ہوں، آخر ایسا کیوں ہے؟

ج22: اس سوال کا جواب بہت ہی سیدھا سا ہے، اور وہ یہ کہ ایتھیئزم اور موجودہ سیکیولر ریاست کا کمزور نظریہ حقیقت میں مذہب کا ایک غیر منطقی اور جذباتی رد عمل ہے۔ اور اس نظریئے کی بنیاد دو انتہائی فرسودہ اور کمزور نظریات ہیں۔ اگر آپ ان پر سوال اٹھاتے ہیں تو یہ پوری عمارت دھڑام سے نیچے آجائے گی۔

س23: ٹھیک ہے، تو اب یہ بات واضح ہے کہ یہ دو فرسودہ نظریات ہی دراصل اس دجالی تہذیب کی اساس ہیں؟

ج23: جی ہاں، درحقیقت یہ دو نظریات انسان کو اس درجے گرا دیتے ہیں کہ وہ یہ دعوی کرتا ہے کہ میرا کوئی رب نہیں اور اپنا الٰہ میں خود ہی ہوں۔ اصل میں تو یہ شیطان ہی ہے، جو اپنے اولیاء کو القاء کرتا ہے کہ انسانوں کو ان خبیث ترین شرک کی اقسام میں مبتلا کیا جاسکے۔ یعنی قانون سازی کرنے کا شرک جسے ہم تحاکم کا شرک بھی کہتے ہیں اور اس کے بعد اللہ کا سرے سے انکار کر دینے والا شرک جسے ہم تعتیل کا شرک کہتے ہیں۔

ان شرک کی اقسام کی کوکھ سے ہی موجودہ دجالی تہذیب و نظام کی 5 بنیادیں جنم لیتی ہیں۔ یہ پانچ بنیادیں ہیں

1۔ سیکیولرازم 2۔ قوم پرستی 3۔ جمہوریت 4۔ سرمایادارانہ نظام 5۔ آزادیِ اظہارِ رائے

سیکیولرزم وہ مشہور نعرہ ہے جو مذہب اور حکومت میں علیحدگی ڈال دیتا ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے آپ نے خدا کو گرجا گھروں مندروں اور مساجد میں قید کر دیا ہو۔ اور یہ اجتماعی سطح پر کانٹ کے نظریات کی بہتریں عملی صورت ہے۔ یہ خدا کے ساتھ اس کی اطاعت کے معاہدے یعنی الوہیت کا مکمل انکار ہے۔

س24:معاف کیجئے گا، یہ مکمل انکار تو نہیں بلکہ جزوی انکار ہے کیونکہ آخر لوگوں کو نماز روزے کی اجازت تو ہوتی ہے۔

ج24: یہ جزوی انکار کیا ہوتا ہے، آخر کوئی جزوی انکار کیسے کر سکتا ہے۔ ہمیں یہ بات سمجھنی چاہئے کہ جب ہم یہ جملہ استعمال کرتے ہیں کہ ہمیں فلاں کام کی اجازت ہے تو اس کا کیا مطلب ہے۔ یعنی اللہ نے آپکو نماز پڑھنے کا حکم دیا اور اس کے بعد آپ یہ کہیں کہ میری سیکیولر ریاست نے مجھے نماز روزہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ اگر بلفرض وہ اتنے فراغ دل نہ ہوتے اور آپکی یہ آزادی چھین لیتے تو؟

س25:ہاں مگر یہ خیال تو ایک خیالی مفروضہ ہے، کیونکہ حقیقت میں تو انھوں نے ایسا نہیں کیا۔

ج25: جیسا کہ آپنے کہا بالکل ویسے ہی کچھ مہینوں پہلے تک فرانس میں حجاب و نقاب کرنے کی اجازت تھی، لیکن کیا ہوا۔ اب یہ اجازت ختم ہو گئی ہے۔ میرے بھائی یہ انسانوں کا وضع کردہ نظام ہے اور اسی لئے وہ جب چاہیں اور جس چیز کو چاہیں تبدیل کر سکتے ہیں۔ مجھے اس موقع پر اقبال کے کچھ اشعار یاد آرہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت،

ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد۔

س26: آپکے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ سیکیولر ریاست کو یہ اختیار ہے کہ وہ خدا کے کچھ احکامات کو تو جاری کرے اور کچھ کو رد کر دے تو یہی دراصل خدا کی الوہیت سے انکار ہے۔ یہ بات تو پھر مسلمانوں کے لیے کافی پریشان کن ہے کیونکہ ان کا تو تمام دین ہی الوہیہ پر مشتمل ہے۔ وہ تو مسلمان ہی جب بنتے ہیں جب وہ گواہی دیں لا الٰہ الا اللہ یعنی اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

ج26: جی ہاں، آپ دیکھ سکتے ہیں کہ سیکیولرزم کا یہ نعرہ جو کہ اس نظام کی پہلی بنیاد ہے وہ ایک طرح سے تمام دیگر نظریات اور مذاہب کو ابتداء میں ہی اپنی لونڈی بنالیتا ہے۔

اسکے بعد ان مذاہب کی حیثیت عجائب گھروں میں رکھے ان ڈائنسوروں کے ڈھانچوں کی مانند ہو جاتی ہے جو دیکھنے میں تو خوب رعب دار لگتے ہیں اور ماضی میں دنیا پر اپنی بادشاہت کی داستان بھی سناتے ہیں لیکن موجودہ دنیا میں جن کی کوئی معنوی یا عملی حیثیت نہیں ہوتی اور یہی حال آج کے شکست خوردہ سیکیولر اسلام کا ہے۔

رہ گئی بات اس جزباتی وابستگی کی جو خدا کے ماننے والوں میں مذہب سے ہوتی ہے تو اس کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے اس نظام کی دوسری بنیاد، یعنی قوم پرستی اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ آپ اس بات کو سمجھئے کہ ہر انسان کی بنیادی ضروریات میں سے یہ ہے کہ وہ اپنی شناخت کو اور اپنے جذبات واحساسات کو کسی گروہ سے وابستہ کرے۔ اگر آپ اس مسئلے کو نظر انداز کر دیں تو یہ خدا کو ماننے والا پھر بھی اپنی پہچان برقرار رکھ پائے گا چاہے وہ مسلمان ہو ہندو ہو یا عیسائی۔ لہٰذا اب جہاں کہیں بھی دنیا میں مسلمان، ہندو یا عیسائی وغیرہ ہونگے تو وہ کبھی بھی دنیا میں بسنے والے اپنے باقی ہم مذہب بھائیوں سے متحد ہو کر بغاوت کر سکتے ہیں۔ قوم پرستی درحقیقت آپ کی شناخت اور وفاداریاں زمین کے ٹکڑے سے وابستہ کر دیتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اب ایک پاکستانی مسلمان ایک پاکستانی ہندو کا بھائی ہے اور یہ دونوں مل کر شانہ بشانہ کسی بھی دشمن کے خلاف لڑ سکتے ہیں حتٰی کہ ایک بھارتی مسلمان کے خلاف بھی۔

سیکیولر اسٹیٹ کی تیسری بنیاد سرمایادارانہ نظام ہے اور اس نظام کا سب سے اہم ستون یہ کاغزی کرنسی ہے جس کے ذریعے وہ مال کی جھوٹی تخلیق کرتا ہے جس کی بنیاد حقیقی مال (ثمنِ حقیقی) پر نہیں ہوتی۔ یہ سب کچھ ان کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مقابلے میں لوگوں کا رب بنا کر پیش کرتا ہے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ حقیقی مال چاہے وہ کسی بھی صورت میں ہو یعنی سونا، زمینیں، یا قدرتی وسائل سب کے سب عام لوگوں کی ملکیت سے نکل کر ان سرمایاداروں کے پاس جمع ہو جائیں اور اس سب کے نتیجے میں یہ لوگوں کے سامنے اللہ کے بلمقابل بحیثیت رب پیش ہوں۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے رائے عامہ کو ہموار کرنا اور لوگوں کی عقلوں پر اپنی گرفت رکھنا ضروری ہے جسکے لئے یہ اپنی دولت کو استعمال کرتے ہیں اور تمام میڈیا پر اپنی اجارہ داری قائم رکھتے ہیں۔ اب انسانیت تیار ہے موجودہ دور کا سب سے بڑا دھوکا کھانے کے لئے۔ اور اس دھوکے کا نام ہے جمہوریت جو اس نظام کی چوتھی بنیاد ہے۔

مختصراً یہ کہ جمہوریت اس نظام کو کہتے ہیں جس میں لوگ اللہ کے ان شریکوں کو چنتے ہیں جو اللہ کی جگہ ان کے لئے قانون سازی کریں۔ عام عوام ان شریکوں کو منتخب کریں، اس کے لئے ضروری ہے کہ یہ شریک لوگوں میں مقبول ہوں۔ اور اس مقبولیت کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ انتخابی مہمات چلائیں۔ جس کے لئے یقیناً خطیر رقوم اور میڈیا کوریج کی ضرورت ہوتی ہے۔

سمجھنے کا نقطہ یہ ہے کہ جمہوریت اور سرمایادارانا نظام آپس میں جڑواں بھائیوں کی سی حیثیت رکھتے ہیں، اور دونوں ایک دوسرے کا لازم و ملزوم ہیں۔ اب چونکہ دولت اور میڈیا دونوں ہی سیاست دانوں کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنی انتخابی مہمات چلا سکیں لہٰذا سرمایادار ان کی یہ ضرورت پوری کرتے ہیں اور بدلے میں سیاستدان ان کے لئے ایسے قوانین وضع کرتے ہیں جس سے یہ سرمایادار مزید امیر اور طاقتور ہو جاتے ہیں۔ نتیجتاً تمام داخلی و خارجی پالسیاں چاہے وہ انتظامی ہوں، اقتصادی ہوں، سماجی ہوں یا عسکری، سب کی سب سرمایاداروں کے مفادات کو ملحوظ خاطر رکھ کر بنائی جاتی ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جمہوریت وہ پر فریب پردہ ہے جس کے پیچھے معاشرے کے اصل کرتا دھرتا چند لوگ چھپ جاتے ہیں، پھر ہر 5 سال کے بعد یہ وہی الیکشن نامی ڈرامہ دہراتے ہیں اور اپنے کٹ پتلی حکمرانوں کو تبدیل کر کے عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ اہل اقتدار تبدیل ہو گئے ہیں۔ اس ساری ہیرا پھیری میں عوام النّاس اپنے خلاف ہونے والی ان خفیہ سازشوں اور مظالم سے یکسر لاعلم رہتے ہیں اور کبھی بھی ان حقیقی ظالموں کے خلاف نہیں کھڑے ہو پاتے۔ یہ ان تمام شیطانی اصولوں کا بہترین عملی نمونہ ہے کہ جن کا ذکر نکولو میکاویلی کی کتاب "دی پرنس" میں ہوا ہے۔

س27: لیکن اگر ہم جمہوریت کی مخالفت کرینگے تو کیا اس سے بادشاہت یا آمریت کا دروازہ دوبارہ نہیں کھل جائیگا؟

ج27: بد قسمتی سے ہماری سوچ جمہوریت تک ہی محدود ہو کر رہ گئی ہے، اور یہ سارا کمال میڈیا کا ہے۔ جمہوریت تو صرف ایک سراب ہے وگرنہ طاقت کا سرچشمہ افراد ہی خود ایک بادشاہت کا حصہ ہیں۔ ان سب میں سرفہرست وہ الومناٹی اور فری میسن یہودی خاندان ہیں جو اس عالمی نظام کے کرتا دھرتا ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ یہ قبضہ پورے خاندانوں کا ہے؟ پھر ظاہر ہے پاکستان میں بھی کوئی 7 یا 9 ایسے خاندان ہیں جو یہاں کے کرتا دھرتا ہیں۔ حتیٰ کے آپ سیاست میں ہی دیکھ لیں، تقریباً تمام ہی امریکا کے

صدر کا آپس میں کوئی نہ کوئی رشتہ ہوتا ہے اور یہی معاملہ برطانوی سیاست کا ہے۔ اسی طرح اگر آپ پاکستانی سیاسات کو دیکھیں تو اس میں بھی دو تین خاندانوں کی ہی اجارہ داری ہے۔ حتیٰ کہ افواج میں بھی یہی معاملہ ہے کہ جرنیلوں کا آپس میں کوئی نا کوئی رشتہ ہوتا ہے۔

بادشاہت کو دراصل صرف تقویٰ ہی ختم کر سکتا ہے، چاہے آپ جمہوریت کی بات کریں یا خلافت کی، لیکن اقتدار میں موجود لوگوں کو اس کے علاوہ اور کوئی شہ اس بات سے نہیں روک سکتی کہ وہ اس اقتدار کو اپنی میراث نا بنائیں۔ پس ہم مسلمانوں کے لئے اصل مسئلہ بادشاہت کے بجائے انسانوں کی قانون سازی ہے۔

س28: ایک آخری بنیاد جو رہ گئی ہے وہ ہے آزادی رائے کا نعرہ۔ آخر آپ اس کو موجودہ سیکیولر نظام کی ایک بنیاد کیوں تصور کرتے ہیں؟

ج28: دیکھئے موجودہ سیکیولر نظام بہت زیادہ پرانا نہیں ہے جبکہ اس کے برعکس مذہب اور انسانوں کا تعلق تو جب سے دنیا وجود میں آئی ہے، تب ہی سے ہے۔ لہٰذا یہ بات قابل فہم ہے کہ اس نظام میں موجود خدا کو ماننے والے ان ساری باتوں کے باوجود بھی کلیتاً اس کے آگے ہتھیار نہیں ڈالینگے اور اپنی مذہبی شناخت سے مکمل دستبردار ہو کر قومی شناخت کو نہیں اپنائینگے۔ اسکو ایک مثال سے سمجھیں۔ جیسے آپنے کسی بڑے جانور کو گولی ماری ہو اور وہ نیچے گر جائے اور باوجود اس کے کہ اس کا خون بہہ رہا ہو، لیکن اس میں ابھی بھی تھوڑی بہت جان باقی ہو اور مارے خوف کے آپ اس کے نزدیک نا جا پا رہے ہوں، اور دور سے ہی کسی لکڑی کے ذریعے اس کو کچوکے لگا کر اندازہ لگانا چاہ رہے ہوں کہ اس میں ابھی کتنی جان باقی ہے۔ اس مثال اور ہمارے موضوع میں مماثلت ایسے ہی ہے جیسے وہ بڑا جانور وہ عقیدت ہے جو لوگوں کو مذہب سے ہوتی ہے، اور آزادیِ رائے کا نعرہ وہ لکڑی ہے کہ جس کے ذریعے یہ سیکیولر نظام اس مرتے ہوئے جانور کی کیفیت کا اندازہ لگاتا ہے۔ یہ ان امور کہ حوالے سے اندازہ لگانے کا طریقہ ہے کہ آخر مذہب کو ماننے والا طبقہ اب تک اپنے مذہب سے کتنا بیزار ہو چکا ہے، خدا کا منکر بننے میں کس حد تک آگے بڑھ چکا ہے، اس سیکیولر نظام کی

مکمل غلامی کو قبول کرنے کے لئے کس حد تک تیار ہو چکا ہے، اور بلآخر اس اجتماعی شرک تعتیل میں مکمل ضم ہونے کے لئے کس درجے تیار ہو چکا ہے۔ پس تو آپ دیکھیں گے کہ یہ نقاب و حجاب جیسے معاملات پر زبان درازی کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے خاکے شائع کرنے کی کوششیں کرتے ہیں، اور یہ سب کچھ مختلف حربے استعمال کرتے ہوئے، وقفے وقفے سے جاری رکھتے ہیں تاکہ ہر دفع ان حرکتوں کے خلاف رد عمل ماندھ پڑ جائے تو پھر دوبارہ وہی حرکت کی جائے۔ اور اس طرح ہر دفعہ ان رد عمل کو دیکھتے ہوئے اپنی آگے کی حکمت عملی کو وضع کیا جائے۔

س29: یہ جو آپ نے مختلف حربوں کا ذکر کیا، مہربانی فرما کر ان کی کچھ وضاحت کریں۔

ج29: بنیادی طور پر یہ حربے 4 اصولی مجموعات پر محیط ہیں۔ یعنی فوج، تعلیم، این جی اوز اور میڈیا۔ عموما ان سب کی شروعات فوج کے ذریعے لوگوں پر جنگ مسلط کر کے کی جاتی ہے۔ جب اس جنگ کے ذریعے لوگوں کی قوت اور ان کے عزم و ہمت کو کچل دیا جاتا ہے، تو پھر ان دیگر مجموعات کو لوگوں کے اندر بھیج دیا جاتا ہے، تاکہ وہ ان شکست خوردہ انسانوں کے اذہان و قلوب کو مکمل طور پر مسخر کر کے پوری قوم کو غلام بنالیں۔ اور جب کبھی حالات بگڑنے لگیں تو فوج کو دوبارہ استعمال کیا جائے اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے۔

میڈیا کے سب سے اہم کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ جھوٹ کو اتنی دفعہ دہرائے کہ لوگ اسکو سچ سمجھنے لگیں اور اسی طرح حقیقت کو اتنی دفعہ اور اس انداز میں جھٹلائے کہ بلا آخر لوگ اس کو ایک مفروضہ تسلیم کرلیں۔ اور یہی کردار اس کا خصوصا اسلام کے ساتھ بھی ہے۔

این جی اوز کا بنیادی مقصد رفع عام اور خدمت خلق کے بہانے سرمایادارانہ نظام کو مضبوط کرنا ہے۔ یہ غریب طبقے کی مجبوریوں اور احساس کمتری کو استعمال کرتے ہوئے ان کے اندر سیکیولر نظریات کی ترویج کرتے ہیں، اور ان کو اس نظام کا ایک کارآمد پرزہ بنادیتے ہیں۔ میڈیا اور این جی اوز کا ایک بہت اہم ذمہ داری لوگوں میں بے حیائی، فحاشی اور موسیقی کو، لوگوں کے درمیان تہذیب و

ثقافت وفنون کے جھنڈے تلے عام کرنا ہے۔

مسلمان عموماً میڈیا اور این جی اوز کے اس گھناؤنے کردار کو سمجھتے ہیں، لیکن جس چیز کے بارے میں وہ دھوکہ کھا جاتے ہیں وہ ہے تعلیمی نظام۔ جیسا کہ برطانوی ہند کے نظام تعلیم کے بانی لارڈ مکالے نے کہا تھا کہ اس تعلیمی نظام کا مقصد "ایک ایسی نسل کو پروان چڑھانا ہے کہ جس کہ افراد رنگ وروپ میں تو ہندستانی ہوں مگر، تہذیب وتمدن، اخلاقیات اور شعور ابرطانوی ہوں"۔

جب انسان ایک ایسے ماحول میں پروان چڑھتا ہے، کہ جس میں اس کو تاریخ کا ایک مسخ شدہ چہرہ دکھا کر بڑا کیا جاتا ہے، جس میں یورپ کے تاریک دور کو ہی انسانیت کی تاریخ کا تاریک دور گردانا جاتا ہے اس بات سے قطع نظر کہ اس وقت مسلمان دنیا اپنے عروج پر تھی۔ یہ تاریخ کا وہ چہرہ ہے، جس میں یورپ سے باہر بسنے والے انسانوں کی کوئی حیثیت نہیں اور تہذیب وتمدن اور سقافت واقدار صرف وہی قابل تقلید ہیں جو یورپ کے اپنے ہیں۔ اب ظاہر سی بات ہے اس ماحول سے نکلنے والا شخص ایک ایسے غلام کی مانند ہوتا ہے جو اپنی ہی جڑوں سے نفرت کرتا ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی سنت سے خار کھاتا ہے اور جسکی سب سے بڑی خواہش اپنے طاغوتی آقاؤں کا کتا بن کر رہنا ہوتی ہے۔

س30: اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ سرے سے تعلیم حاصل کرنے کے ہی مخالف ہیں؟

ج30: میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر تعلیم کو اسلامی اصولوں پر استوار کر لیا جائے تو ایسی تعلیم دینا نہ صرف یہ کہ فائدہ مند ہے بلکہ کچھ صورتوں میں ضروری بھی۔ دوسری طرف اگر ایسا نا ہو تو بھی ایسی تعلیم لی جاسکتی ہے بشرط یہ کہ اس میں ان اصولوں کی مخالفت نا ہو۔ لیکن اس کے بالکل برعکس آج کا تعلیمی نظام، تعلیم دینے کے بہانے لوگوں کے دلوں میں اس سیکیولر نظام کی محبت راسخ کرتا ہے۔ اور ان کی سوچ کو اس طرز پر ڈھالتا ہے کہ وہ اپنی ہی بنیادوں اور تاریخ پر شرمندگی محسوس کرتے ہیں اور یورپی اور امریکی کفار جیسا بننے کو پسند کرتے ہیں۔ یہ تعلیمی نظام لوگوں کے درمیان اس سیکیولر نظام کے نظریات وعقائد کی ایک نا ختم ہونے والی ترویج و اشاعت جاری رکھتا ہے یہاں تک کہ لوگ شرک وکفر سے بالکل لاپرواہ ہو جاتے ہیں،

اور پس وہ اس نظام کا ایک مضبوط رکن بن جاتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ موجودہ سیکیولر نظام تمام مذاہب سے اپنی اطاعت کرواتا ہے اور پوری انسانیت کو صرف چند لوگوں کی غلامی پر مجبور کرتا ہے، لہٰذا اس کے خلاف نظریاتی جنگ لڑنا اور قتال کرنا اور انسانیت کو اس کی غلامی سے آزاد کرانا، منطقی طور پر تمام مذاہب کی ذمہداری بنتی ہے نہ کہ صرف اسلام کی۔

البتہ مسلمانوں کا اس ضمن میں ایک خاص کردار ہے۔ چونکہ اسلام کے علاوہ، تمام دیگر مذاہب کی بنیادی تعلیمات مسخ ہو چکی ہیں اور وہ اپنی آفاقی حیثیت کھو چکے ہیں، اس لئے اب اس جنگ میں اسلام اکیلا ہی کھڑا ہے اور یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ صرف اسلام کے ہی پاس وہ متبادل عادلانہ نظام زندگی ہے جو کہ انسانوں کے من جملہ معاملات میں مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

س 31: الحمد اللہ! میرے بھائی، اب جبکہ ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ کس طرح موجودہ سیکیولر نظام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خلاف اعلانیہ جنگ میں مصروف ہے میرا خیال ہے کہ اب بہتر ہو گا کہ ہم ان الزامات پر بھی کچھ گفتگو کر لیں جو ہمارے مسلمان بھائیوں یعنی سعد عزیز، اظہر عشرت اور حافظ ناصر پر اس طاغوتی نظام کے پیروکار لگا رہے ہیں؟

ج 31: سب سے پہلے تو میں یہ بات دوبارہ واضح کرنا چاہوں گا کہ ابھی تک ہم مکمل وثوق کے ساتھ یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ آیا یہ بھائی ان سب کاروائیوں میں ملوث تھے یا نہیں۔ اس بات سے قطع نظر کہ ان کاروائیوں کے پیچھے کون افراد تھے، میں آپ کے سامنے اب تک کی بحث کی روشنی میں ان کاروائیوں سے متعلق وضاحت پیش کر دیتا ہوں اور اس سلسلے میں اسلام کے احکامات بھی واضح کر دیتا ہوں۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے سبین محمود پر بات کرتے ہیں۔ یہ حقیقت تو سب پر واضح ہے کہ

1۔ وہ ویلنٹائن ڈے کو عوام الناس میں عام کرنے کے لئے مہمات چلاتی رہتی تھی اور اس حوالے سے اسلامی احکامات کا مزاق اڑاتی

تھی۔اس کا نعرہ تھا" فاصلہ نہ رکھیں پیار ہونے دیں" اور اس کے ذریعے وہ نوجوان نسل میں عریانی و فحاشی اور زنا کو پھیلا رہی تھی۔

2۔اس کے علاوہ سبین محمود اور اس کے پالتو گدھے جبران ناصر کے کارناموں میں وہ ان گنت مہمات ہیں جو انھوں نے مجاہدین اور شریعت کے نفاذ کا نعرہ لگانے والوں کے خلاف چلائیں۔اور اس سب کو انھوں نے دہشتگردی کے خلاف جنگ کا نام دیا–یعنی اس نے کفر و ایمان کی جنگ میں، کفر کا ساتھ دیا، اور یہ صریح ارتداد ہے۔

3۔سیکیولر اقدار کی ترویج کرنے میں اس کی توجہ کا مرکز خصوصا پسماندہ اور غریب نوجوان تھے، اس کا مقصد اس طبقے کو دینی غیرت سے عاری کرنا اور جہاد کی طرف کسی بھی ممکنہ رغبت کو کچلنا تھا۔اور یقینا یہ بھی صریح ارتداد ہے۔

4۔البتہ اس کے قتل کے لئے جو امر فیصلہ کن ثابت تصور کیا جائے گا وہ اس کا اپنے دعوتی مرکز "ٹی2 ایف" کو چارلی ہیبڈو کے شائع کردہ گستاخانہ خاکوں کے خلاف مظاہروں کا تمسخر اور اس پر ہونے والے حملوں کی مزمت کے لئے استعمال کرنا تھا۔مزید ار بات یہ کہ اپنی ان حرکتوں کو انھوں نے آزادیءرائے کا نام دیا۔

س32: کیا گستاخانہ خاکوں کے حوالے سے اسکا یہ عمل اسکو قتل کرنے کے لئے کافی ہے جبکہ اس نے خود تو کوئی گستاخانہ حرکت نہیں کی؟

ج32: اس معاملے کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ اسلامی فقہ میں مجرم کا ساتھ دینے والوں کا کیا حکم ہوتا ہے۔اگر کوئی شخص کسی جرم میں کسی کی مدد کرتا ہے خصوصا ایسی مدد کہ جس کے بغیر اصل مجرم کے لئے جرم کرنا ممکن نہ ہو تو ان دونوں افراد کا حکم اسلام میں ایک جیسا ہے۔اور یہ اصول اسلام کے ساتھ خاص نہیں بلکہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ سیکیولر، لبرل، قوم پرست، حکومت اور فوج، مجاہدین اور ان کی مدد کرنے والوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔آپؐ نے ایسے لوگوں کو ایسے موقعوں پر بھی قتل کروایا کہ جب کہ عام معافی کا اعلان کیا جاچکا تھا۔اسکی مثال بدر کے موقع پر بھی ملتی ہے،

کہ جب آپؐ نے تمام قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کی ہدایات جاری کیں مگر دو ایسے بدبختوں کو نہیں چھوڑا اور ان کو قتل کروایا، اور یہ وہ تھے جو آپؐ کی شان میں گستاخی کرتے تھے۔ اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر بھی آپؐ نے ایسے بدبختوں کو عام معافی سے مستثنیٰ رکھا، اور خاص طور پر قتل کروایا حالانکہ ان میں لونڈیاں بھی شامل تھیں۔

2۔ آپؐ نے ایسے خبثاء کو قتل کروانے کے لئے خصوصی مجموعات تشکیل کر کے روانہ کیے۔ اسکی ایک مثال کعب بن اشرف یہودی کا قتل ہے۔

3۔ دوسرے موقعوں پر صحابہ (رض) نے ایسے لوگوں کو قتل کرنے کی اجازت آپؐ سے مانگی اور آپؐ نے بلا تردد اس کی اجازت دی۔ اسکی ایک مثال ابو رافع یہودی کا قتل ہے۔

4۔ ایسا بھی ہوا کہ کسی صحابی نے ایسے کسی گستاخ کو بغیر اجازت قتل کر دیا اور پھر اس کے بعد آکر آپؐ کے سامنے اس بات کو بیان کر دیا، تو آپؐ نے اس فعل کو صحیح قرار دیا۔ اس سلسلے میں ایک نابینا صحابی عمیر بن علی (رض) کا واقعہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے، کہ جب انھوں نے اپنے ہی قبیلے کی ایک عورت اسمہ بنت مروان کو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا۔ اس کو قتل کرنے کی خاطر وہ رات کو خاموشی سے اس کے گھر میں داخل ہوئے، اور اس کے کمرے میں گھس گئے۔ اس وقت اسکا ایک چھوٹا بچہ اس کے سینے سے چمٹا دودھ پی رہا تھا۔ عمیر (رض) نے اس بچے کو اٹھا کر ایک طرف کیا اور خنجر کا وار کر کے اس عورت کو ہلاک کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ صحابی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا، رسول اللہ ﷺ سارا واقعہ سنے کے بعد جواب میں مسکرائے اور آپؐ نے فرمایا "لا ینتطح فیھا عنزان" یعنی ایسے مجرموں کو قتل کرنا اتنا واضح امر ہے کہ اس معاملے میں دو بکریاں بھی کبھی نہیں جھگڑینگی۔

میرے بھائی اس بات کو اچھے طریقے سے سمجھ لیجئے۔ یہ معاملہ معاذ اللہ کوئی رسول اللہ ﷺ کی ذاتی انا کا مسئلہ نہیں تھا کہ آپؐ اپنا مذاق اڑانے والوں کو قتل کروا دیتے تھے۔ اسکے برعکس آپؐ کی شان میں گستاخی کرنا درحقیقت آپؐ کی لائی ہوئی وحی کو مسخ کرنے

کے مترادف تھا- دراصل اللہ تعالی نے قرآن کو تمام زمان و مکان کے لئے ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور اس دین نے بلا آخر ہر مٹی کے بنے گھر اور ہر چمڑے کے بنے خیمے میں داخل ہو کر رہنا ہے۔ پس اگر لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا تمسخر اڑانے کی اجازت دے دی جائے اور آپؐ کی ذات معاذاللہ کوئی مزاحیہ کردار بن کے رہ جائے تو کیا ان کے اوپر نازل کردہ وحی، یعنی قرآن اور دین اسلام کی کوئی حیثیت باقی بچے گی؟ اور یہ معاملہ اتنا بین ہے کہ اس میں دو بکریاں بھی کبھی کوئی دوسری رائے نہیں رکھیں گی۔ لیکن بدقسمتی سے آج کا تعلیم یافتہ اور تہذیب یافتہ مسلمان اس معاملے میں جانوروں سے بھی گیا گزرا ہے۔

آپ یہ دیکھیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ اس صحابی کی تعریف کرنے کے دوران ان کو نابینا کہا تو آپؐ نے اس بات کی تصیح کی اور فرمایا: "لا تقل اعمی ولاکنہ البصیر" یعنی انھیں اندھا مت کہو، کیونکہ یہ تو بہت بصیرت کے حامل ہیں۔

سبحان اللہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ان کاروائیوں کے کرنے والے ہمارے بھائیوں کے متعلق یہ نام نہاد دانشور بکواس کرتے ہیں کہ ان کو مذہبی جنون نے اندھا کر دیا تھا، جبکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ "ولاکنھم البصیر" یعنی یہی تو اہل بصریت تھے۔ اس لئے کیونکہ باقی مسلمانوں کے جم غفیر میں سے یہی تو وہ چند لوگ تھے جن کو اپنے رسولؐ کی عزت وناموس کا پاس تھا-

آخر میں یہ بات سمجھنی ضروری ہے کہ سبین محمود کو صرف اس کے کفر کی وجہ سے قتل نہیں کیا گیا بلکہ اس کے قتل کی اصل وجہ اس کا اپنے اس کفر کو پھیلانا اور عام کرنا ہے۔ وہ بذات خود ایک طاغوت کی شکل اختیار کر چکی تھی اور اپنی این جی او "پیس نیش" اور اپنے دعوتی مرکز "ٹی ٹو ایف" کو اس کفر وطغیانی کو پھیلانے کے لئے استعمال کر رہی تھی یہاں تک کے اس نے اس کائنات کی سب سے افضل مخلوق محمدؐ کی ذات کو بھی نہ چھوڑا۔ چونکہ یہ اور اس جیسے دوسرے غلیظ انسان اسلام کی بنیادوں پر حملہ آور ہیں تو ان جیسوں سے اپنے دین کا فاع تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔

س33: جزاک اللہ بھائی، ایسے بدبخت لوگوں پر اللہ کی اور اس کے ملائکہ کی اور تمام مخلوقات کی لعنت ہو۔ اب میں یہ چاہتاہوں کہ آپ شیعوں پر ہونے والے حملوں سے متعلق ہمیں کچھ بتائیں خصوصا اسماعیلی فرقے کی بس پر ہونے والے حملے پر کچھ روشنی ڈالیں ۔کیاشیعہ اور اسماعیلی مسلمان نہیں اور کیا یہ حملے جائز ہیں؟

ج33: اس امر کو سمجھنے کے لئے کہ آیا شیعہ اور اسماعیلی مسلمان ہیں کے نہیں، یہ ضروری ہے کہ ہم ان کے نظریات و عقائد کو جانیں۔ میں آپکے سامنے ان کے چند عقائد بیان کرتا ہوں۔

1۔ غیر اللہ کو مدد اور دعا کے لئے پکارنا، جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کی آل اولاد کو۔

2۔ اپنے اماموں کو مقام و مرتبے کے اعتبار سے انبیاء پر فوقیت دینا۔

3۔ اماموں کو الٰہی صفات کا حامل ماننا۔

4۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ نے قرآن میں تحریف کر دی۔

5۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن کا ایک حصہ امام غائب کے ساتھ ہی غائب ہے اور اسکے نکلنے پر ہی انسانیت تک وہ حصہ پہنچے گا۔

6۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ اماموں پر بھی وحی نازل ہوتی ہے۔

7۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ امام وقت شریعت میں ردوبدل کا اختیار رکھتا ہے۔

یہ وہ چند نظریات ہیں جو شیعوں کے تقریبا تمام فرقوں میں مشترکہ ہیں اور یہ تمام نظریات وعقائد صریح کفر پر مبنی ہیں۔ اس قسم کے بے بنیاد اور کفریہ عقائد کو ثابت کرنے کے لئے شیعہ الرفض کا سہارا لیتے ہیں۔ یعنی وہ صحابہ اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہم پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ سب رسول اللہ ﷺ کے وفات کے بعد معاذ اللہ مرتد ہو گئے تھے۔

یہاں پر یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ ہم مسلمانوں کے لئے صحابہ اور امہات المؤمنین کی صرف ذات مبارک ہی اتنی قابل احترام ہیں کہ ہم ان پر زبانیں چلانے والوں کی زبان گدی سے کھینچ لینے کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں، لیکن یہاں اس سے بھی بڑا مسئلہ درپیش ہے اور وہ یہ کہ جب آپ صحابہ اور امہات المؤمنین کی ذات مبارک کو مشکوک بنا دیتے ہیں یا ان کو معاذاللہ مرتد گردانتے ہیں تو اب نا تو قرآن کریم کا کوئی اعتبار رہتا ہے اور نا ہی احادیث کا۔ اس لئے کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو کہ کاتبین وحی ہیں اور راویان احادیث ہیں اور دین اسلام کی وہ بنیاد ہیں جن کے ذریعے دین ہم تک پہنچتا ہے۔

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ جب ان خباثاء نے ان محترم ہستیوں پر زبان درازی کی تو نتیجتاً ان کے پاس جو کچھ دین کے نام پر بچا وہ ایک انتہا درجے کا جہالت اور غلاظت کا ملغوبہ تھا۔ حال یہ ہے کہ ان کی عبادات کا تمام ڈھانچہ چند واہیات خد ساختہ ساز شی مفروضے ہیں، اجتماعی بدکاری قرب الٰہی کا ذریعہ بن گئی، اور حد تو یہ ہے کہ ان کے نزدیک ان کے امام کا فضلہ بھی قابل تعظیم بن گیا۔ لا حول ولا قوت الا باللہ۔ اب چونکہ یہ دین اسلام کی تمام بنیادوں کو ہی مشکوک بناتے ہیں بس اپنے رفض کے اور پھر اس سب بکواس کو اور اپنے آپ کو اسلام سے منصوب کرتے ہیں تو اس لئے ان کو قتل کرنا اسلام کی بقا کے لئے ضروری ہے۔

س34: اور اسماعیلیوں سے متعلق آپ کیا کہیں گے؟ عوام الناس میں عام تاثر یہی ہے کہ اس کمیونٹی کے لوگ، اپنے کام سے کام رکھتے ہیں اور یہ ایک انتہائی امن پسند طبقہ ہے۔ آخر ان کو کیوں کر قتل کیا گیا؟

ج34: یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ نظریات وعقائد کے اعتبار سے اسماعیلی اور بوہرہ فرقہ، عام رافضیوں سے بدتر ہیں۔ اس لئے کیونکہ رافضیوں کے دیگر عقائد کے علاوہ انکا نظریا تو یہ ہے کہ یہ اپنے حاضر امام کو اللہ سبحانہ تعلی کی بیشتر صفات سے متصف مانتے ہیں اور اس کی عبادت بھی کرتے ہیں۔ جیسا کہ آغا خان یا برہان الدین۔ اسماعیلیوں کے یہاں تو وہ آغا خان کو کچھ رقوم دے کر اپنے گناہ بھی معاف کرواسکتے ہیں حتی کے نماز روزہ بھی۔ اس کے علاوہ وہ اسکو پیسے دیکر جنت میں پلاٹ بھی خرید سکتے ہیں، اپنی اپنی استطاعت کے حساب سے۔ مزے کی بات یہ کہ یہ اور اس جیسی دیگر دولت جو آغا خان بٹور تا ہے وہ اسلام کے خلاف ہی استعمال ہوتی ہے،

مثلاً

1۔ یہ دولت گلگت بلتستان اور دیگر پسماندہ علاقے کے لوگوں کو اسماعیلی بنانے میں استعمال ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے یہ رفاہی ادارے مثلاً ہسپتال وغیرہ اور ساتھ تعلیمی ادارے چلاتے ہیں، اور ان اداروں میں اسماعیلی فرقے سے وابستہ لوگوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لئے انھوں نے اب اپنا ایک منظم تعلیمی بورڈ بھی تشکیل دے دیا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی اسماعیلی ہے، تو نہ صرف یہ کہ اسکو بغیر میرٹ کے ان اداروں میں داخلہ دیا جائے گا بلکہ اسکے تمام تعلیمی اخراجات بھی اٹھائے جائینگے حتی کے بڑی بڑی اسکالر شپز کے ذریعے بیرونی ممالک بھی اعلی تعلیم کے لئے بھیجا جائے گا۔ یعنی بالفاظ دیگر اعلی تعلیم اور اعلی معیار زندگی کا جھانسا دیکر سادہ لوح اور پسماندہ مسلمانوں کو اسماعیلی بنا کر دین اسلام سے مرتد کر دینا۔

2۔ اب جب یہ مرتد اسماعیلی اس اعلی تعلیم کو حاصل کرنے کے بعد واپس پلٹتے ہیں تو اب آغا خان کے سول اور فوجی بیوروکرسی میں اثر رسوخ کو ستعمال کرتے ہوئے ان مرتدین کو ملک کے اندر اہم منصب دے دیے جاتے ہیں اور اس طرح اس پہلے سے موجود اثر رسوخ کو مزید مضبوط کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ اور یوں یہ فرقہ انتہائی خاموشی سے قوت پکڑ تا رہتا ہے اور تمام حکومتی مشینری اسی کے تابع ہو جاتی ہیں۔

نتیجتاً اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہی پورا ملک اور اس کے تمام فوجی و نیم فوجی ادارے، بلواسطہ یا بلاواسطہ، انہی خبثاء کے کنٹرول میں ہیں اور انہیں کے مفادات کی حفاظت کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اس ملک میں الرفض کو کتنا عام کیا جاتا ہے اور اس کی ترویج کے راستے میں حائل ہر پتھر کو منظم انداز میں ہٹایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس فرقے کو ہدف بنانا اور ان کو قتل کرنا نا صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ بلکہ اسکے کفر و ارتداد کو ختم کرنے کے لئے اس قسم کے سٹریٹیجک حملے کرنا ناگزیر ہے۔

س35: لیکن اس سارے واقعے کے خلاف نا تو آغا خان نے کوئی رپورٹ درج کرائی نا اپنے تحت چلنے والے اداروں میں سے کسی کو احتجاج کا پابند کیا بلکہ اس کے برعکس یہ فرقہ بالکل پر امن رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ان کا کوئی عسکری ونگ

ان ساری باتوں کے جواب میں آپ کیا کہیں گے ؟

ج35: یہ سارا میڈیا کا دھوکا ہے کہ وہ ان لوگوں کو انتہائی امن پسند، محبت کرنے والا اور تہذیب یافتہ بنا کر پیش کرتا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ جہاں تک تعلق کسی عسکری ونگ کی عدم موجودگی کا ہے تو عرض یہ ہے کہ ان کو عسکری ونگ کی ضرورت ہی نہیں ہے، جب تمام کی تمام حکومت بشمول وزراء، فوجی حکام اور دیگر انٹیلیجنس ایجنسی والے غلاموں کی طرح بھاگ بھاگ کر آپکا کام کریں تو کسی عسکری ونگ کی ضرورت نہیں بچتی۔

یہ تو تھا آپ کے سوال کا جواب، اس پر میں مزید یہ کہنا چاہونگا کہ جب بھی بات ہوگی اہل سنت کے خلاف بغض وعداوت کی تو آپ تمام روافض بشمول اسماعیلی اور بوہریوں کے، سب کو ایک ہی صف میں کھڑا پائینگے۔ ان سب کے دین کی بنیاد ان ہستیوں کے بغض و عداوت پر مبنی ہے جن سے محبت کرنا ہم اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اب بھی وقت ہے کہ اہل سنت جاگ جائیں اور رافضیوں کے قبضے میں جکڑے اس میڈیا کے دھوکے سے باہر نکل آئیں۔ یا تو عائشہ رضی اللہ عنہ اپکی ماں ہیں، یا وہ پلید رافضی آپکا بھائی۔

آپکو چاہیئے کہ اپنی آنکھوں سے پردہ اٹھائیں اور سوچیں کہ آخر راجا بازار میں کیا ہوا اور ان مرتد قانون نافذ کرنے والے اداروں اور اس رافضی میڈیا کا اس میں کیا کردار رہا۔ ذرا غور کریں کہ آخر محرم کے جلوسوں میں کیا ہوتا رہا ہے، اور کس طرح ان کو سکیورٹی اور میڈیا کوریج دی جاتی ہے۔ اس سب کا مقصد آپکو صحابہ اور امہات المؤمنین پر تبرہ سنے اور دیکھنے کا عادی بنانا ہے۔ کیا آپکو یہ تفریق نظر نہیں آتی، کہ ایک طرف تو افغانستان کے ہزارہ سے تعلق رکھنے والوں کو شہریت دی جا رہی ہے، تو دوسری طرف افغانستان سے ہی تعلق رکھنے والے اہل سنت کو چن چن کر ملک بدر کیا جا رہا ہے۔ آپ دیکھیں کس طرح کراچی اور کوئٹہ میں بڑے بڑے قلعے ان کی حفاظت کے لئے تعمیر کئے گئے ہیں اور بھاری نفری اس کام کے لئے مختص کی گئی ہے۔ ان کی عورتوں کو یہاں پر بدکاری کرنے کی کھلی چھوٹ ہے اور ان کو کوئی روکنے والا نہیں اور یہ اس لئے ہے تاکہ انکی آنے والی نسلیں شکل و صورت سے پاکستانی لگیں۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ یہ خبیث ملک کے اندر کیسی کیسی اہم سٹریٹیجک جگہوں پر قبضہ جما چکے ہیں اور انگلی کے ایک اشارے پر پورا

ملک مفلوج کر سکتے ہیں۔ اور یہی وہ بات ہے جسکی طرف حزب الآت کے لیڈر حسن نصر الآت نے اپنے ایک حالیہ بیان میں اشارہ کیا تھا۔

س36: یقینا اس حوالے سے آپکی باتیں آنکھیں کھول دینے والی ہیں، ایک سوال یہ بھی ہے کہ ہمارے بھائیوں پر افواج پاکستان، پولیس، رینجرز اور انٹیلیجنس اداروں کے افراد کے قتل کا الزام بھی ہے۔ آپ اس بارے میں کیا کہیں گے۔

ج36: اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں،

الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی راہ میں لڑتے ہیں پس تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو! یقین مانو کہ شیطانی حیلہ (بالکل بودا اور) سخت کمزور ہے۔

یہ آیت انتہائی اہم ہے، اسلئے کیونکہ اس میں دو اہم نظریات وصفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ ایک مومن کے لئے فی سبیل اللہ قتال کرنا در حقیقت اس کے ایمان کا حصہ ہے۔ اس کے برعکس جو کوئی بھی فی سبیل الطاغوت قتال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان کی نفی کرتے ہوئے اس کو کافر قرار دیا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کس قتال کو فی سبیل اللہ کہا جائے گا اور کس کو فی سبیل الطاغوت۔ اس ضمن میں ایک صحیح حدیث آپکے سامنے بیان کرتا ہوں، (پوری حدیث)۔ یعنی قتال فی سبیل اللہ صرف وہ ہو گا جس کا مقصد اللہ کے کلمے کی سربلندی ہو۔ اور یہی معنی کلمہ توحید یعنی لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے ہیں، یعنی زمین پر اللہ کے علاوہ اور کوئی الٰہ نہ بچے اور پوری زمین پر صرف اور صرف اسی کا قانون چلے جو کہ اس نے اپنے آخری پیغمبر محمدؐ پر نازل کردہ شریعت کی صورت میں انسانوں تک پہنچا دیا ہے۔ پس اب جو کوئی تو اس مقصد کی خاطر قتال کریگا وہ فی سبیل اللہ کے زمرے میں آئے گا۔ اور جو کوئی بھی اس کے علاوہ کسی بھی دوسرے مقصد کے حصول کے لئے قتال کرے گا وہ لا محالہ اس فی سبیل

اللہ قتال سے متصادم ہو جائے گا اور نتیجتا اس کا یہ قتال فی سبیل الطاغوت بن جائے گا اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صرف دو مقاتل گروہوں کا ذکر کیا ہے یعنی یا تو قتال کرنے والا فی سبیل اللہ قتال کرے گا، یا پھر دوسری ہر صورت میں اس کا قتال فی سبیل الطاغوت کے زمرے میں آئے گا۔ اور ایسے یہی لوگوں کے بارے میں آیت کے آخر میں مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ، پس تو پھر ان شیطان کے حواریوں سے قتال کرو۔

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ یہ فوج، پولیس، رینجرز، انٹیلیجنس کے ادارے اور انکے تمام دیگر ذیلی عسکری و نیم عسکری ادارے ایک جتھے کی صورت میں اس وقت قتال میں مصروف ہیں اور یقینا ان کا یہ قتال ہر گز فی سبیل اللہ نہیں ہے بلکہ ان کا قتال یا تو وطنیت کی خاطر ہوتا ہے یا اپنے وضعی قوانین و نظام کے نفاذ کی خاطر اور یا پھر کسی مادی منفعت کے حصول یا کفار کے خوف کے زیر اثر ان کے مفادات کے لئے ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے، یہ سب کا سب قتال فی سبیل الطاغوت کے زمرے میں آتا ہے۔ اور یہ امر بھی کسی سے پوشیدہ نہیں کہ ان کے اس قتال کا رخ چار و ناچار اسلام اور مسلمانوں کی طرف ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان سے قتال کرنے کا حکم بہت واضح طور پر اللہ تعالی نے جا بجا قرآن میں دیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ جن مقاصد کے لئے لڑتے ہیں ان میں سے اکثر شریعت کی روح سے ارتداد کے زمرے میں آتے ہیں اور اس لئے یہ پورا گروہ بحیثیت مجموعی ایک مرتد محارب گروہ ہے، جو کہ اسلام اور مسلمانوں پر حملہ آور ہے اور اس سے قتال کرنا اور اس کی قوت کو کچلنا اہم ترین فرض عین ہے۔

یہاں ایک اہم نقطہ سمجھنے کی ضرورت ہے اور وہ یہ کہ یہ جو فی سبیل الطاغوت قتال کرنے والا گروہ ہے، ضروری نہیں ہے کہ اس میں موجود ہر فرد کا مقصد غیر اللہ کے کلمے کی سربلندی ہو، بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے اکثر صرف اپنی نوکریاں بچانے یا کچھ مادی منفعت کے حصول کی خاطر یا پھر اس کے علاوہ کسی اور مقصد سے اس گروہ میں موجود ہوں لیکن چونکہ یہ سب کے سب مجموعی طور پہ اس فی سبیل الطاغوت قتال کرنے والے گروہ کی مضبوطی و تقویت کا باعث ہیں، لہٰذا شریعت میں یہ طائفہ الممتنعہ کے زمرے میں آتے ہیں، اور اس اجتماعی قتال فی سبیل الطاغوت میں برابر کے حصہ دار ہیں اور نتیجتا ان کا حکم بھی یکساں ہے۔ پس چاہے وہ فوج کا ایک جرنیل ہو، انٹیلیجنس ایجنسی کا کارندہ ہو یا سڑک پر کھڑا ایک عام پولیس والا، ان سب کو ہدف بنایا جائے گا اور ان میں کوئی

تفریق نہیں کی جائے گی۔

س37: اچھا آخر میں ہم یہ جاننا چاہیں گے کہ ان بھائیوں نے اپنی وابستگی کو دولۃ اسلام نامی گروہ سے کیوں جوڑا، کسی اور گروپ کے ساتھ کیوں نہیں، چاہتے تو اپنی ایک الگ جہادی پہچان بنا لیتے؟ کیا وہ ایسا کر کے لوگوں کی توجہ حاصل کرنا چاہ رہے تھے۔

ج37: بہت ہی اہم سوال پوچھا ہے آپنے اور اس کا جواب دینے کے لئے لازم ہے کہ ہم اس معاملے کو اس کی جڑ سے سمجھیں۔ اللہ سبحانہ تعالی نے آدمؑ کو تخلیق کرنے سے پہلے ہی فرشتوں سے فرمایا، کہ "بیشک میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بناؤنگا"، تو در حقیقت ہماری حیثیت اس زمین میں اللہ کے خلیفہ یا نائب کی ہے، اور ہم نے اس زمین پر اللہ کے نائب کی حیثیت سے حکومت کرنی ہے۔ اسلام میں داخل ہونے کے لئے جو کلمہ ہم پڑھتے ہیں وہ بھی دراصل اس بات کا ہی عہد ہے کہ ہم زمین پر کسی الہ کو تسلیم نہیں کرینگے سوائے اللہ واحدہ کے۔ یہی وہ کلمہ ہے جسے پڑھ کر ہم زمین پر اللہ کی فوج کے ایک سپاہی بن جاتے ہیں۔ ایسے سپاہی جو اللہ کے ماسوا ہر الہ کی حاکمیت کے دعوے کا نہ صرف کفر کرتے ہیں، بلکہ ہر طاغوت سے لڑتے ہیں یہاں تک کہ صرف اکیلے اللہ کی ہی حاکمیت اس زمین پر قائم ہو جائے۔ لہٰذا جب مسلمان کلمہ کے اس حق کو ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو نتیجتاً زمین پر نظام خلافت قائم ہو جاتا ہے، جس کے لئے وہ اپنے میں سے ہی کسی ایک کو خلیفہ نامزد کر دیتے ہیں، اور یوں وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے جس کے لئے اللہ پاک نے آدمؑ کو تخلیق کیا۔

یہی وہ نظام خلافت ہے جسے صحابہ رضوان اللہ علیہم الاجمعین نے اللہ کے رسول ﷺ کے بعد اس دنیا پر نافذ کیا، لیکن بلآخر پہلی جنگ عظیم کے اختتام پر اسے منہدم کر دیا گیا۔ اور پھر دوسری جنگ عظیم میں اقوام متحدہ کے قیام کی صورت میں شیطان کی خلافت کا نفاذ زمین پر کر دیا گیا اور اس کے سرغنہ کے طور پر اسرائیل دنیا کے نقشے پر ابھرا۔ اور اس سب کے بعد پھر بلآخر ہمارے نبی الصادق کی حدیث کے مطابق یہ خلافت نبوی منہج پر رمضان 2014 میں دوبارہ لوٹ آئی ہے۔

جو لوگ اس خلافت کی تاریخ سے ناواقف ہیں، ان کو میں بتاتا چلوں کہ جو مجاہدین اللہ کا کلمہ بلند کرنے اور اس خلافت کے احیاء میں

سر گرم تھے، ان کو پہلی کامیابی عراق میں 2006 میں، ایک چھوٹی ریاست کی شکل میں ملی جس کا نام دولت اسلامیہ فی العراق رکھا گیا۔ اور پھر اللہ تعالی نے پے درپے نصرت اور فتح سے مجاہدین کو ہم کنار کیا، یہاں تک کہ 2013 میں یہ چھوٹی سی ریاست عراق سے شام تک پھیل گئی اور دولت الاسلامیہ فی العراق والشام کے نام سے دنیا کہ نقشے پر ابھری۔ اور پھر آخر کار صبر کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور رمضان 2014 میں اس ریاست کے امراء اور قائدین نے مسلمانوں کی طرف سے اس انتہائی اہم دینی فریضے کی ادائیگی کا بار اتار دیا اور دولت الخلافت الاسلامیہ کا اعلان کر دیا۔

الحمد اللہ یہ اللہ کا ہی فضل ہے کہ اس خلافت میں وہ تمام شرائط پوری ہوتی ہیں جو اس سے متعلق شریعت نے وضع کی ہیں، اور اس ریاست کے اہل حل والاعقد نے ابراہیم ابن عواد عرف ابو بکر البغدادی حفظہ اللہ کو خلیفت المسلمیں، امیر المؤمنین نامزد کیا ہے۔ ایسا امیر اور خلیفہ جو کہ توحید کے شیروں میں سے ایک شیر ہے، جو کفر کے سیلاب کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند بن گیا اور اس کفر کو ذلیل ورسوا کر دیا۔ ایک ایسا عالم جس نے اپنے علم کی گواہی قید وبند کی صعوبتیں برداشت کر کے بھی دی اور میدان جنگ میں پہلی صف میں اپنا لہو بہا کر بھی دی۔ ایک عبقری عسکری قائد، جس کی جنگی حکمت عملی کے جوہر نے دنیا کفر کے چھکے چھڑا دیے۔ اور ایک ایسا امام عادل جو مسلمانوں پر رحیم وشفیق ہے اور کفار پر انتہائی شدید ہے۔ اور ان سب خوبیوں کے ساتھ سونے پہ سہاگا یہ کہ وہ قرشی النسل ہیں اور حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی آل میں سے بھی ہیں ۔

پس اللہ رب العزت نے اپنے دین کی نصرت کی اور اس خلافت کی ولایات پھیلتے پھیلتے سعودیا، یمن، الجیریا، لیبیا، نائیجیریا، قوقاز، اور یہاں تک کے خطہ خراسان تک جا پہنچیں جس میں افغانستان اور پاکستان شامل ہیں، اور حافظ سعید خان کو اس ولایت خراسان کا امیر مقرر کر دیا گیا- یہاں پہ میں یہ بات بھی واضح کرتا چلوں کہ یہ حافظ سعید خان جماعت دعوۃ کے مرتد امیر حافذ سعید نہیں ہیں، بلکہ یہ تو پاکستان کی اور کزئی ایجنسی کے ایک صحیح العقیدہ ومنہج شیخ ہیں، جنھوں نے جہاد کے میدان میں ثبات کے ساتھ اور کزئی ایجنسی کے مجاہدین کی قیادت کی ہے اور اب ان کو خلیفۃ المسلمین نے بطور اپنے والی کے خراسان کے خطے کے لئے چن لیا ہے لہٰذا اب ہر مسلمان پر یہ شرعا واجب ہے کہ وہ والی کے ہاتھ پر خلیفہ کی بیعت کرے۔ اور یہ شرعی وجہ کافی تھی ہمارے ان بھائیوں کے لئے کہ

جنھوں نے اپنی ان کاروائیوں کو دولت الخلافت الاسلامیہ سے منسوب کیا۔

البتہ یہاں میں ایک اور امر کا ذکر بھی کرنا چاہونگا- خطہ خراسان تاریخی اعتبار سے جہاد کے احیاء، اور عالمی طاقتوں سے نبرد آزما ہونے کے حوالے سے بہت مرکزی کردار کا حامل ہے۔ 11/9 کے مبارک حملوں کے بعد خطہ خراسان کے مواحد مجاہدین نے امریکہ کو ایک شدید جنگ کے ذریعے معاشی طور پر مفلوج اور عسکری میدان میں پوری دنیا کے سامنے شرمندہ کر دیا تھا، مگر مجاہدین کی صفوں میں موجود منافقین اور جواسیس کی ذریعے سے جہاد کے اس ثمرے کو ضائع کرنے کی کوشش کی گئی۔یعنی یہ حقیقت جاننا ضروری ہے کہ 11/9 کے حملوں کے بعد جب امریکہ اس خطے میں داخل ہوا تو اس کے دو بنیادی مقاصد تھے۔

1۔شریعت کو ختم کرکے اس کی جگہ مغربی سیکولر جمہوری نظام کو نافذ کرنا۔

2۔اس بات کو یقینی بنانا کہ مستقبل میں افغانستان کی سرزمین کسی عالمی جہاد کے مرکز کے طور پہ استعمال نہ ہو سکے۔

اگر ظاہری حالات کا جائزہ لیا جائے تو امریکہ اس عشرے کی شروعات تک ان مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے پالتو کتوں یعنی پاکستانی مرتدین کی مدد کے ذریعے چال بازی سے مجاہدین کی صفوں میں گھس کے ان کے تمام ایسے امراء اور قائدین کو چن چن کے شہید کروا دیا، جو ان دو مقاصد کہ حصول میں رکاوٹ بننے کی صلاحیت رکھتے تھے اور ان کی جگہ ایسے بہروپیے اور غاصب خائنین کو مجاہدین کی صفوں میں گھسا دیا، جو کہ پست ہمت اور پست کردار تھے اور شہید ہو جانے والوں کی گدیوں پر براجمان ہو گئے۔ ان منافقین کے ذریعے بچ جانے والی القائدہ اور طالبان کے عقیدہ و منہج کو بدل ڈالا گیا۔ مگر کفر اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ تعالی اپنی چال چل رہے تھے۔ اللہ تعالی نے کفر کی ان چالوں کے ذریعے مجاہدین کی صفوں میں گھسے کئی منفاقین کو ظاہر کر دیا اہل ایمان کی صفوں کو ان کے نفاق سے پاک کر دیا۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں قرآن پاک میں۔

وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِندَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِن كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ

"اور یقینا چل چکے تھے وہ اپنی چالیں اور اللہ تعالی کے پاس تھا ان کی ہر چال کا توڑ، اگرچہ تھیں ان کی چالیں ایسی کارگر کہ ٹل جاتے

ان سے پہاڑ بھی"۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ

"سو تم ہر گز یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے کئے ہوئے وعدوں کی خلاف ورزی کرے گا، بے شک اللہ ہے زبردست اور انتقام لینے پر قادر"۔

پس مجاہدین میں سے وہ لوگ جنھوں نے اللہ کے وعدے پر کبھی شک نہیں کیا تھا اور جو حق کی راہ پر ڈٹے رہے، اور جنھوں نے منافقیں سے برائت کی اور کسی مرتد اور صلیبی سے کوئی سمجھوتا اور مذاکرات نہیں کئے، تو ان کے لئے ولایہ خراسان کا اعلان ہی دراصل اللہ کو وہ وعدہ ہے جس کے پورا ہونے میں انھیں کبھی شک نہیں تھا۔ اور جہاں تک تعلق ہے ان بہروپیوں اور غاصبوں کا، جو شہداء کے خون کو بہت سستے داموں بیچنے والے تھے اور صلیبوں اور مرتدین سے امن کے مذاکرات کرنے والے تھے، تو ان کے لئے ولایہ خراسان کا اعلان حق کی وہ میزان بن کر سامنے آیا کہ جس نے ان کے اور ان کے آقاؤں کے مذموم مقاصد کو ظاہر کر دیا۔

لہٰذا یہ بات بہت واضح ہے کہ ہمارے بھائیوں نے اپنے جہاد کو دولت الاسلامیہ سے کیوں منسوب کیا- اس لئے کیونکہ یہ نا صرف ایک دینی فریضہ تھا بلکہ صلیبیوں، مرتدین اور منافقین کہ اوپر ایک کاری ضرب تھی۔ ان کہ اس عمل نے خطے کے تمام مجاہدین کو اپنی صفوں کو اکھٹا کرنے اور ایک خلیفہ اور امام کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہونے کی دعوت دے دی۔

س38: اللہ اکبر، میرے بھائی جزاک اللہ آخر میں ہم یہ چاہینگے کہ آپ اپنی بات کا خلاصہ بیان کر دیں اور ساتھ ہی اگر پاکستان کی عوام کو آپ کوئی پیغام دینا چاہیں تو وہ بھی دے دیں۔

ج38: مختصرا یہ کہ ہماری اب تک کی تمام گفتگو سے یہ بات وضح ہے کہ ہمارے بھائیوں پر جو الزام لگائے جا رہے ہیں، وہ نا تو شرعی اعتبار سے کوئی جرم ہیں اور نا ہی منطقی اعتبار سے، بلکہ ہر اعتبار سے ان کے یہ اعمال قابل تحسین ہیں- در حقیقت یہ معاملہ تو صرف اتنا سا ہے کہ انسان اپنی حقیقت اور وفاداریوں کا تعین کر لے۔ پس اگر کوئی یہ فیصلہ کر لے کہ اس کی تمام وفاداریاں اسلام کے ساتھ

ہیں اور دین اسلام یہ وہ نظام ہے جسکو وہ تمام دنیا پر نافذ العمل دیکھنا چاہتا ہے تو اس بات سے قطعہ نظر کہ وہ کسی مدرسے کا طلب علم ہو یا کسی نامور یونیورسٹی کا گراجویٹ، تو یہ سب کچھ اس شعوری فیصلے کا منطقی نتیجہ ہے۔ میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ وہ لوگ جو اسلام کے ان نظریات کو اپنانا نہیں چاہتے اور جو حق و باطل کا معیار پارلیمنٹ اور انسانی عقل کو مانتے ہیں، تو یقیناً ایسے لوگوں کی نظر میں ہمارے یہ بھائی دہشت گرد ہی گردانے جائینگے۔ لیکن رہا معاملہ ان مسلمانوں کا کہ جو ابھی تک ان اسلامی نظریات اور اللہ اور اس کے رسول پر اپنے ایمان سے دستبردار نہیں ہوئے ہیں، تو یقیناً ان کی نظر میں ہمارے یہ بھائی ابطال امت اور مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں، ان کے نظر میں یہ وہ رجال ہیں کہ جنھوں نے کفر کے آگے سر نہیں جھکایا اور پانے دین و ایمان کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ اور ان مجاہدین کی کاروائیوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ حدیث رسول ﷺ میں آیا کہ لاینتطہا فیاعنزان، یعنی یہ امر اتنا واضح ہے کہ اس پر دو بکریاں بھی کبھی نہیں جھگڑینگی۔

پس تو ان شکست خوردہ مسلمانوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر تمہارا اپنے دین سے وابستگی کا دعوی تمھیں اسکے دفاع کے لئے ہتھیار اٹھانے پر مجبور نہیں کرتا تو یہ دعوی محض زبانی جمع خرچ ہے۔ اگر تم کو اظہارِ دین سے شرمندگی محسوس ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کا دفاع کرنے میں عار محسوس ہوتا ہے اور اسلام کا دفاع کرنے کے لئے اور ان لوگوں کو قتل کرنے کے لئے جو دین کی بنیادوں پر حملہ آور ہیں، جہاد کرنا نا ممکن لگتا ہے تو تمہارا پڑھا لکھا اور تہذیب یافتہ ہونا تمہارے کسی کام کا نہیں، بلکہ در حقیقت تم ان احمق گدھوں کی مانند ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

کہ اے وہ لوگوں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہو، اگر تم لوگ اپنے دین سے پھر جاتے ہو اور تمہیں اللہ اور اس کے دین سے وابستگی کے اظہار سے شرم آتی ہے، تو اللہ تمہاری جگہ ایک ایسے نئے لوگوں کا گروہ لائے گا، جن سے اللہ کو محبت ہوگی کیونکہ وہ اس سے

محبت کرتے ہونگے، اس کے دین سے وابستگی سے ہرگز شرمندہ نہیں ہونگے اور ان کی یہ محبت زبانی کلامی نہیں ہوگی، بلکہ ان کا عمل سے اس کا ثبوت ہوگا۔ یعنی وہ مؤمنین پر رحیم ہونگے اور وہ کفار، مرتد، منافقین، شیعہ اور جو کوئی اللہ کے دین کے خلاف جنگ کرے تو اس پر بہت شدید اور سخت ہونگے، یہ لوگ اللہ کے لئے جہاد کرینگے، اس کے کلمہ کو سب پر غالب کرنے کے لئے، یہاں تک کے زمین پر اکیلے اللہ کی حاکمیت قائم ہو جائے، اور ان سب اعمال کی مخالفت میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہیں لائینگے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے دیتا ہے، اور اللہ بہت وسعت اور علم رکھنے والا ہے۔ تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے یہ بھائی در حقیقت اللہ کے اسی وعدے کے مصداق تھے۔

اور ہم اس موقعے پر پاکستان میں موجود تمام سیکیولر لبرل، روافضہ، مشرکین، کفار، مرتدین و منافقین کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں، کہ اللہ اپنے بندوں کی ایک ایسی جماعت لے کر آچکا ہے، جو اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ہمارا اللہ پر ایمان باذن اللہ اس درجے یقین کا ہے کہ، اللہ کی ذات ہمارے لئے معاذ اللہ کوئی خیالی مفروضہ نہیں، بلکہ ایک حقیقت ہے جس کے لئے ہم لڑینگے، قتل کرینگے بھی اور قتل ہونگے بھی، بلکل اسی طرح جس طرح تم لڑتے مرتے ہو زمین و جائیداد، وسائل، اقتدار، وطن اور ان تمام جھوٹے نعروں اور خداؤں کے لئے جن کے حق پر ہونے کا تم کو یقین ہے۔ تو جان لو کہ ہم خالصتا صرف اور صرف اللہ کے لئے ہی لڑتے ہیں تاکہ اس اس کے بندے اس زمین کے وارث بن جائیں، اور وہ اس زمین پر اللہ کی خلافت قائم کریں جہاں اس کی شریعت کی حکمرانی ہو۔ جہاں اسلام اور مسلمان امن اور عزت سے رہتے ہوں، اور ہر کافر و منافق ذلیل ہو۔

اور ہم پاکستان کی رافضی صلیبی مرتد حکومت، اس کے سیاستدانوں، اس کے عسکری اداروں، ایجنسیوں، میڈیا، اور این جی اوز کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ تیار ہو جاؤ، اب ہم یہ جنگ تم سے صرف سنسان پہاڑوں، ویران وادیوں، اور بنجر ریگستانوں میں نہیں لڑینگے۔ نہیں، بلکہ اب یہ جنگ ہم تم سے وہاں لڑینگے جہاں تم اس کو لڑنے سے سب سے زیادہ خائف ہو، جہاں تم عیاشی میں بیٹھ کر مسلمانوں کی تباہی کے منسوبے بناتے ہو، تو اب یہ جنگ تمہارے اپنے شہروں، گلیوں اور کوچوں میں لڑی جائیگی انشاء اللہ۔ ہم یہ جنگ تم سے تمہارے گھروں میں لڑینگے اور تمہارے گھروں میں گھس کر اسی طرح تمہیں قتل کرینگے جس طرح تم ہمیں کرتے ہو۔

واللہ ہم تمھیں بھی اسی طرح تمہارے گھروں سے دربدر کرینگے جس طرح تم نے محسود اور وزیرستان اور سوات کے لوگوں کو کیا، وللہ ہم یقینا یہ سب ابھی بھولے نہیں ہیں، ہم انتقام لینگے اور ضرور لینگے باذناللہ ۔ اور یہ جو تم نے دعویٰ کیا ہے کہ تم دہشتگردی کے خلاف جنگ میں اس قت فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہوچکے ہو تو ہم بھی تم سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ اس فیصلہ کن مرحلے کے ختم ہونے سے پہلے، وللہ تاللہ باللہ، تم واقعتا اس ضرب عضب کو محسوس کروگے۔

پاکستان کے تمام مسلمانوں اور خصوصا مجاہدین کو ہم یہ پیغام دیتے ہیں، کہ اب تمہارے علیحدہ علیحدہ جھنڈوں کے لئے کوئی عذر باقی نہیں بچا ہے، اور تم سب پر یہ واجب ہے کہ وہ خلیفت المسلمین کو اپنی بیعت دو اور ایک جھنڈے تلے آجاؤ۔ یہ بات جان لو کہ اگر اس حالت میں موت آلیتی ہے کہ خلیفہ کی بیعت کا طوق تمہارے گلے میں نہیں، تو نبی ﷺ کی حدیث کے مطابق ایسی موت جاہلیت کی موت ہے۔ لہٰذا اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کیجیے اور ہماری آواز میں آواز ملاتے ہوئے خلیفہ سے اپنی بیعت کا اعلان کیجیۓ۔

نبایعو، امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، ابراہیم ابن عواد ابو بکر البغدادی ال حسینی ال قرشی، علی سمعی وطع، فی المنشت ولمکرہ فی العسرو الیسر، وعلی عسرۃ علیناو علی الا اناز عل امر اہلہ، الا ان نراکفر ابو احا عندنا من اللہ فیھی برہان، وعلی ان نقول بالحق اینما کنالا نخاف فی اللہ لوم تلائم واللہ علی ما نقول شہید۔

ہم بیعت کرتے ہیں، امیر المؤمنین، خلیفت المسلمین، ابراہیم ابن عواد، ابو بکر البغدادی حفظہ اللہ، اس بات پر کہ ہم ان کی سنینگے اور اطاعت کرینگے، چاہے اچھا لگے یا برا، چاہے اسانی ہو یا مشکل، چاہے کسی کو ہم پر ترجیہ دی جائے، اور ہم حکومت کے معاملے میں ان سے نہیں جھگڑینگے، الا اس کے، کہ ہم ان میں کفر بواح کو پائیں، جس کے بارے میں ہمارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل ہو، اور اس بات پر بھی بیعت کرتے ہیں کہ ہم حق کہیں گے، جہاں کہیں بھی ہوں، اور اللہ کے لئے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرینگے، اور جو کچھ ہم بے کہا اس پر ہم اللہ کو گواہ بناتے ہیں۔